Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal Impact Factor 4.94 ISSN No. 2456-1665

پریم چند بحیثیت افسانہ نگار

Dr. Patel Shabina Begum Mujahed Saheb
Asst.Professor, Dept. of Urdu
Sharadchandra Mahavidyalaya, Shiradhon
shabinapatel751@gmail.com Mob.No. 9552505096

پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے تھا افسانے کی دنیا میں وہ پریم چند کے نام سے مشہور ہوئے ۔ان کی ولادت بنارس کے قریب ایک گاؤں پانڈے پور میں ۱۸۸۰ عیسوی میں ہوئی۔ پریم چند نے ایک چھوٹے سے گاؤں میں جنم لیا تھا اِسلئے وہ اِس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ دیہی معاشرے کی زبو حالی کا سبب ان کے سفید فام آقا ہی نہیں ہیں بلکہ وہ اہل وطن بھی ہیں جنہوں نے زرعی نظام کا حصہ بننا قبول کرلیا تھا ۔ پریم چند نے پہلی بار افسانے کے فن پر توجہ کی ان کے ابتدائی دور کے افسانوں میں میں دو موضوعات خاص طور سے پیش کیے گئے ہیں ہندوستان کی قدیم تہذیب اس کی روایات اور اعلی اخلاق اقدار ۔ خاص طور پر وہ وہ دیہاتی زندگی کا تفصیلی نقشہ اس طرح پیش کرتے ہیں کہ آج سے تیس چالیس سال پہلے کہ دیہات کی زندگی سامنے آ جاتی ہے ہے انہوں نے حقیقت نگاری کا بڑا خیال رکھا ہے یہی حقیقت نگاری ان کے افسانوں کے کرداروں میں بھی ملتی ہے پریم چند کے افسانے اردو افسانے کے ارتقا میں تاریخی حیثیت رکھتے ہیں پریم چند کے افسانے بے غرض محسن ،بانکا زمیندار ،پچھتاوا ،اندھیر مشعل ہدایت اور قربانی کا موضوع یہی استحصال زدہ دیہی معاشرہ ہے۔ ان کے افسانوں میں انہوں نے نہ صرف شہر اور گاؤں کے درمیان پر روشنی ڈالی ہے بلکہ یہ سوچنے پر بھی مجبور کیا ہے کیا یہ شہر اور مہذب سماج گاؤں اور دیہی معاشرے کی ارتقاء پسند کڑیاں نہیں ہیں اور کیا مکمل سماج کے ارتقاء کے لئے ان دونوں کے مابین مفاہمت اور درد کا رشتہ ہی حقیقی اور فطری رشتہ نہیں ہے لیکن یہ رشتے کب کیسے بدل کر مخالفت سمتوں میں کیوں بہنے لگتے ہیں اور وہ کسان جو شہری زندگی کے لیے بنیادی ضرورت فراہم کرتا ہے یہ شہری معاشرہ ہما وقت اسی کی جڑیں کاٹنے کے لئے کیوں آمادہ رہتا ہے ۔ پریم چند نے ان ہی سوالوں اور ان سے متعلق ذہنی و جذباتی رویوں کو فن کے قالب میں ڈھال کر اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔

پریم چند کے افسانوں میں دیہی معاشرے کی زندگی، تہذیب و معاشرت، مسائل اور نفسیات کے ایسے نقوش بھی ابھرتے ہیں جو روایات کے ساتھ ان تبدیلیوں کی بھی نشاندہی کرتے ہیں جنھوں نے گاؤں کی شناخت کو مسخ کر دیا ہے۔بانگ سحر ،آہ بیکس ،سواسیر گیہوں اور نجات وغیرہ افسانوں میں اگر گاؤں کے کمزور طبقہ کی استحصال زدگی کی تصویر کشی کی گئی ہے تو تہزیب کا راز ،منتر ،خون سفید ،گلی ڈنڈا اور عید گاہ وغیرہ افسانے دیہی معاشرے اور شہری زندگی کے فرق و تضادات کی کہانی سناتے ہیں ۔اسی طرح اگر مرہم ،نخل اُمید ،مزار آتشِ ،منی اور وفا کی دیوی کا موضوع گاؤں کی رومانی زندگی اور عورت کی وفا شعار ی ہے تو بڑے گھر کی بیٹی ،بیٹی کا دھن،سو جا ن بھگت ،علیحدگی خانہ داماد اور مالکن وغیرہ افسانوں میں مشترکہ خاندان کی روایت و وسائل اور ٹوٹنے بکھرنے اور نئی قو تو ں کی شرکت کو پیش کیا گیا ہے ۔اسی طرح راہ نجات اور نیور وغیرہ افسانے گاؤں میں ہونے والی تبدیلیوں اور بھولے بھالے انسانوں کے فطری منفی رد عمل کو سامنے لاتے ہیں ۔اس ہی دیہی معاشرے سے تعلق رکھنے والے وہ بے زمین مزدور،کسان اور ہری جن اچھوت ہیں جو نئے زرعی نظام کے وجود میں آنے سے قبل صدیوں سے عذاب میں مبتلا ہیں اور ایسے منصوبہ بند استحصال پسندانہ رویوں کا شکار ہیں جس نے زندگی کی تمام نعمتوں کے دروازے ان پر بند کر دیے ہیں ۔ ہندوستان کے اچھوت, ہریجن اور پسماندہ طبقہ صدیوں سے اسی استحصال پسندی کا شکار ہے جن کوپریم چند نے گھاس والی ٹھاکر کا کنواں،نجات اور کفن وغیرہ افسانوں میں نہایت فنکارانہ شعور اور گہری سماجی بصیرت کے ساتھ پیش کیا ہے ۔ اس طرح افسانہ ٹھاکر کا کنواں حیات بخش وسائل پر طبقہ اعلیٰ کی بہیمانہ اجارہ داری کی نشاندہی کرتا ہے۔جس کے گرد خوف و دہشت کی ایسی فضا قائم کر دی گئی ہے کہ رات کی تاریکی میں جب کوئی اچھوت عورت صاف پانی کی تلاش میں اس حصارِ کو توڑنا چاہتی ہے تو اس کے قدم خوف و دہشت سے تھر تھر ا نے لگتے ہیں ۔مذہب ،روایت اور قانون کے نام پر معاشی اور جسمانی استحصال کا ایسا ہی عبرت انگیز مرقع افسانہ سوا سیر گیہوں بھی ہے جس کے شنکر کو زندگی کی نعمتوں سے محروم ہوکر غلاموں سے ہی بدتر زندگی اس لئے گزارنی پڑتی ہے کہ اس کی نام نہادعا قبت پسندی نے سادھو مہاراج کو بھوجن کرانے کے لئے سوا سیر گیہوں گاؤں کے پر د ہت سا ہو کار سے ادھار لیے تھے اور قسطدار ادائیگی کے باوجود اس کی قیمت سود در سود کی شکل میں اتنی بڑی رقم بن جاتی ہے کہ جب اپنا کھیت

بیچ کر اور مزدوری کرکے بھی ادا نہیں کر پاتا تو اسے بند ھو ا مزدور کی حیثیت سے تمام زندگی سا ہو کار کی اس طرح غلامی کرنے پڑتی ہے کہ مرنے کے بعد اس کا بیٹا اس قرض کو ادا کرنے کے لئے خود کو مجبور پاتا ہے۔

پریم چند کے افسانوں میں اگر فطرت کے ان منفی و مثبت پہلو وں کو پیش کیا گیا ہے جن کا تعلق آفات ارضی و سما و ئی، سیلاب،و خشک سالی اور وبائی بیماریوں سے ہے۔جو ہر ویرانی اور تباہی کے باوجود اسے ایسا رجانیت پسند بنائے رکھتی ہے کے کیچڑ میں لتھڑی ہوئی آنکھیں پھر سے نئے اور خوش رنگ خواب بننے لگتی ہیں اور موسم کے سازگار ہوتے ہی وہ پرانے دنوں کو بھول کر نئے عزم و حوصلے کے ساتھ زندگی کو بنانے سوارنے میں لگ جاتا ہے جس کے ساتھ پھر کتنے ہی نئے پرانے رشتے اور پیشے ظہور میں آنے لگتے ہیں اور کاروباری کی اِس ہما ہمی کے ساتھ زندگی کی رونق پھر لوٹ آتی ہے۔پریم چند کا کفن افسانہ بھی دیہاتی زندگی کو اُجاگر کیا ہے۔کفن کے گھیسو اور مادھو کی بے حسی،کام سے نفرت میں بھی یہی راز پوشیدہ ہے کہ جب سماج کی تعمیر و تشکیل میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے تو پھر وہ کیوں اور کس کے لئے کام کریں۔سماج کے بارے میں استحصال زدہ طبقہ کا یہ وہ تجربہ اور فلسفہ ہے جس نے گیسو کو خا صا مشاق استحصال پسند بنا دیا ہے اور یہ ایسا منفی رویہ ہے جو سماج اور انسانیت دونوں کو زوال پر لاکھڑا کر دیتا ہے۔پریم چند کے یہ افسانے اچھوت ہری جن اور پسماندہ طبقوں کے مسائل و مصائب اور زندگی کی تصویر کشی کے ذریعے نہ صرف عام سما ج کے شعور کو بیدار کرتے ہیں بلکہ ان میں ان تاریخی و سما جی رویوں کا عکس بھی نظر آتا ہے جس کا سلسلہ ہندوستان میں مغربی اقوام کی آمد کے بعد شروع ہوا تھا اور سیاسی قوت میں اضافہ کے لئے سما جی نظریات کو جنم دیا تھا ۔اس حقیقت سے کون واقف نہیں ہے کہ یہ اچھوت ،ہری جن اور پسماندہ طبقے ہی ہندوستان کے اصل باشندے ہیں جن کو حملہ آور آریوں نے شکست دیکر جنگلوں میں دھکیل دیا تھا یا پھر انھیں غلام بنا کر خدمت اور نچلے درجے کے کام کرنے کے لئے مجبور کر دِیا تھاجس کی وجہ سے یہ کر ،کمین ،ملیچھ اور اکشش کہلا یے کہلائے جاتے تھے اور اِن کی بستیاں اِس لئے شہر سے دور آباد کی جاتی تھیں تاکہ وہ مدنی تہذیب کی برکات سے استفادہ نہ کرسکے اور سماج میں مستقل بنیادوں پر ایسے طبقات وجود میں آجائیں کہ بہتر وسائل اور مراعات پر قابض رہیں ۔پریم چند اور دیگر افسانہ نگاروں نے جہاں ہندوستانی عوام کے ساتھ

برطانوی حکام کے سلوک کو طنز و تنقید کا نشانہ بنایا ہے وہاں اُنہوں نے اِس بر سر اقتدار طبقے کے حلقہ بگوش راجاؤں ،نوابوں اور جاگیرداروں کی حکام پرستی ،عوام دشمنی ،عیش کوشی , لایعنی شا غل اور بے جا نمود و نمائش وغیرہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جس وجہ سے دیسی ریاستوں میں رہنے والے لوگوں کو انتہائی غربت ،تنگ دستی ،بیماری و بھوک سے بدحالی کی زندگی گزارنی پڑ رہی تھی ۔

پریم چند کا افسانہ راج کوٹ اور ریاست کا دیوان ،میں ان ہی راجاؤں کو استحصال پسندی اور اخلاقی زوال کی تصویر کشی کی گئ ہے ۔البتہ ان افسانوں کا ایک روشن پہلو بھی ہے جو نئی نسل کے تعلیم یافتہ طبقہ کی حقیقت پسندی اور انسان دوستی سے تعلق رکھتا ہے ۔راج ہٹ میں آگر راجہ کا بیٹا ہی اپنے باپ کے لایعنی مشاغل کے خلاف صدا ے احتجاج بلند کرتا ہے تو ریاست کا دیوان میں اِس فرض کو دیوان کا بیٹا انجام دیتا ہے جس کے بعد خاندان کے لوگوں کو ریاست بدر ہونا پڑتا ہے ۔پریم چند کے ان افسانوں میں زبان و بیان کی سطح پر ضرور تضاد پیدا ہوگیا ہے جس میں انہوں نے پسماندہ طبقہ ،مزدور اور کسانوں کے مسائل پیش کئے ہیں لیکن تعلیم کے فقدان کی وجہ سے ان کے مخاطب اعلیٰ اور متوسط طبقہ کے افراد ہیں جس نے موضوع و مواد ،فکرو اظہار اور زبان و بیان کی سطح پر بعض تضادات پیدا کر دیے ہیں لیکن پریم چند زبان و اسلوب اور یکسانیت کے نام پر اپنے منصب کو کیسے فراموش کرسکتے تھے ۔یہ محض انسان دوستی ہی نہیں تھی بلکہ وہ اس حقیقت سے پوری طرح واقف تھے کہ یہی وہ جائز ،غاصب اور استحصال پسند طبقہ ہے جس کے ضمیر کو بیدار کرکے ہی مقہور و مجبور عوام کے لئے کوئ راہ نکالی جاسکتی ہے ۔